علامہ غلام رسول سعیدی کی قرآن فہمی کا معاصر مفسرین کی آراء سے تقابل

(تفسیر تبیان الفرقان کا خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

Abstract

Allama Ghulam Rasool Saeedi(1937-2016)is one of the eminent scholar,exegetes, jurist and a well known interpreter of Quran. Two great commentries by Allama Saeedi accepted and appreciated all over the globe.Tibyan-ul-Quran and Tibyan-ul-Furqan by Allama Saeedi which is indeed a beautiful merger of the old and prevailing thoughts as well as the modern progressive ideas in field of Tafseer. It is undeniably an immaculate work of research and a unique insight into the various aspects of wisdom and divine guidance that the Holy Quran provides to the mankind. Thus in this paper we will briefly mention the biography and understanding of the Quran and methodology of interpretation of distinguished Muslim scholar of recent times.

Key words: *interpretation, exegets, jurist, Tibyan-ul-Quran, Tibyan-ul-Furqan*

برصغیر پاک و ہند میں علوم اسلامی بالخصوص تفسیر قرآن کی جس قدر خدمت کی گئی ہے اس کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اُردو زبان میں کئی ایک تفاسیر لکھی گئیں جن میں ہر تفسیر کا اپنا رنگ اور ہر مفسر کا ایک الگ دائرۂ کار نظر آتا ہے، بعض نے صرف احکام القرآن کو بنیاد بنایا، بعض نے لغوی صرفی اور نحوی مباحث کو ترجیح دی، بعض تفاسیر کلامی انداز کی ہیں تو بعض میں متصوفانہ رنگ نظر آتا ہے، بعض تفاسیر قرآن کے علمی اعجاز کو واضح کرتی ہیں اور بعض قرآن کی ادبی شان کو اُجاگر کرتی ہیں۔ ان سب کے پہلو بہ پہلو اگر تفسیر تبیان الفرقان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُس میں ایک منفرد انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کو رہنمائے زندگی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مطالبِ قرآن کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ معاشرہ کا ہر طبقہ اس کے زریعہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کر سکے اور نئی نئی تعبیرات سے متاثر ہوئے بغیر اپنے

اسلاف سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جائے۔تفسیر تبیان الفرقان (سورۂ فاتحہ تا سورۂ یٰسین) علامہ غلام رسول سعیدی (متوفی ۴ فروری ۲۰۱۶ء) کی ایک ایسی کاوش ہے، جو کئی ایک پہلوؤں کی وجہ سے دیگر تراجم و تفاسیر سے ممتاز نظر آتی ہے۔زیر نظر مقالہ میں علامہ غلام رسول سعیدی کی قرآن فہمی کے علمی و ادبی محاسن کا تقابل معاصر مفسرین سے کیا جائے گا۔اس سے قبل مفسّر کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

علامہ سعیدی ،محدّث ،مفسّر ،فقیہہ ،محقق اور ایک صوفی تھے۔ ان کا نام شمس الزماں نجمی، تاریخ پیدائش ۱۰رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۴نومبر ۱۹۳۷ء مقام پیدائش دہلی ہے،آپ سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، دہلی میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی پھر ہجرت کے بعد معاشی مسائل کی وجہ سے پریس میں ملازمت اختیار کی۔ ۲۱سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے اور علامہ عطا محمد بندیالوی، مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی عزیز احمد بدایونی وغیرہ سے شرف تلمّذ حاصل کیا۔۱۹۶۵ء کے اخیر میں علوم دینیہ کی تکمیل کی اور ساتھ ہی جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس وافتاء کی خدمات کا آغاز کیا۔اسی سال علامہ سید احمد سعید کاظمی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، اسی نسبت سے سعیدی کہلائے۔۱۹۷۰ء سے دورۂ حدیث کے اسباق کی تدریس شروع کی۔۱۹۸۵ء میں کچھ جسمانی عوارض کی وجہ سے دارالعلوم نعیمیہ کراچی تشریف لے آئے اور تادم مرگ یہیں ۴فروری ۲۰۱۶ء شب جمعہ دارِفنا سے دارِبقا کی جانب روانہ ہوئے۔ [۱]

تفسیر تبیان الفرقان کے اسباب تالیف:

آخر کس سبب سے علامہ صاحب نے تفسیر تبیان الفرقان لکھنے کا ارادہ کیا حالاں کہ اس سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر بنام تبیان القرآن ۱۲جلدوں میں مکمل کر چکے تھے، جو احکام فقہیہ کے اعتبار سے ایک جامع تفسیر ہے اور اسے مذہبی حلقوں میں پزیرائی حاصل ہوئی۔تفسیر تبیان الفرقان کے سبب تالیف کے حوالہ سے علامہ سعیدی چند وجوہات کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلا سبب:

صحیح البخاری کی شرح نعمۃ الباری/نعم الباری ۱۶مجلدات میں مکمل کرنے کے اختتام پر لکھتے ہیں:''ضرورت کے پیش نظر صحیح بخاری کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عزم کیا کہ میں قرآن مجید کی ایک مختصر تفسیر لکھوں جس میں نہ صرف یہ کہ تبیان القرآن کے مضامین مختصر طور پر ہوں بلکہ اس سے زیادہ مضامین کا اضافہ بھی ہو اور اس تفسیر میں بعض آزاد خیال مفسرین کی تفسیروں پر تبصرہ بھی ہو۔'' [۲]

علامہ سعیدی مقدمۂ تفسیر تبیان الفرقان میں رقم طراز ہیں:'بہت سارے احباب یہ کہتے تھے کہ تبیان القرآن بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور عام قاری کے لیے اس کو خریدنا اور پھر اس کا مطالعہ کرنا بہت مشکل ہے اس لیے ضروری ہے کہ

تبیان القرآن کے جامع مضامین پر مشتمل ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے اور یہ کتاب زیادہ سے زیادہ ۶ یا ۷ جلدوں پر مشتمل ہو، اس ضرورت کے پیش نظر صحیح البخاری کی شرح سے فارغ ہونے کے بعد میں نے عزم کیا کہ میں قرآن مجید کی ایک مختصر تفسیر لکھوں۔۳؎

علامہ سعیدی چوتھی جلد کی تکمیل پر اظہار تشکر کے ساتھ تحریر کرتے ہیں ''میں نے اس جلد میں یہ کوشش کی ہے کہ اس میں قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ انوار تبیان القرآن سے بالکل مختلف اور بے حد آسان ہو، اور اس کی تفسیر بھی تبیان القرآن کی تفسیر سے یکسر مختلف اور بے حد سہل اور دلنشین ہو۔''۴؎ چناں چہ مقصد اول تو یہ ہے کہ عام قاری کی ضرورت کے پیش نظر تبیان القرآن کے مقابلہ میں ایک مختصر تفسیر لکھی جائے۔

دوسرا سبب:

علامہ سعیدی نے تبیان القرآن میں امام رازی کی ''تفسیر کبیر'' اور تبیان الفرقان میں امام ابومنصور ماتریدی کی تفسیر ''تاویلات اہل السنۃ'' سے زیادہ استفادہ کیا ہے چناں چہ تحریر کرتے ہیں ''جب امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر ''تاویلات اہل السنۃ'' طبع ہو کر میرے پاس پہنچی تھی اس وقت تفسیر تبیان القرآن اپنی تکمیل کے مدارج طے کر رہی تھی اور اس صورت میں میرے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں امام ماتریدی کی تفسیر کے تمام نکات کو تبیان القرآن میں درج کر دیتا، اس لیے میری شدید خواہش تھی کہ میں کسی موقعہ پر اپنی تفسیر میں اس سے استفادہ کروں کیوں کہ میں تبیان القرآن میں امام محمد بن عمر رازی کی ''تفسیر کبیر'' سے اکتساب فیض کر رہا تھا جب کہ امام رازی شافعی المذہب ہیں اور امام ماتریدی حنفی المذہب ہیں اور امام ماتریدی کی تفسیر سے استفادہ نہ صرف میرے لیے زیادہ باعث سعادت ہوگا بلکہ ہمارے قارئین کو بھی اس سے فقہ حنفی کی حقانیت پر مزید بہ افراط مضبوط دلائل حاصل ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ماتریدی کی تفسیر سے اکتساب فیض کا موقعہ مہیا کیا، سو میں نے چاہا کہ اس مختصر تفسیر کا نام ''تبیان الفرقان'' رکھوں اور اس کا ترجمہ بھی میں دوبارہ از خود کر رہا ہوں اور کوشش یہ ہے کہ تبیان الفرقان میں قرآن مجید کا ترجمہ تبیان القرآن میں مذکورہ ترجمہ سے زیادہ آسان اور زیادہ سہل ہو اور اس ترجمہ کا نام میں نے ''نور الفرقان'' تجویز کیا ہے۔''۵؎

تیسرا سبب:

علامہ سعیدی کا یہ ترجمہ مع مختصر حاشیہ بنام ''انوار تبیان القرآن'' کے نام سے ان کی حیات میں ہی ایک جلد میں شائع ہو چکا تھا۔ راقم سمجھتا ہے کہ مفتی تقی عثمانی کے آسان ترجمۂ قرآن کے انداز کو دیکھ کر علامہ سعیدی نے ارادہ کیا ہوگا کہ اس سے سہل و سلیس ترجمہ کیا جانا چاہئے، اس تفسیر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ علامہ سعیدی مختصر تفسیر کے ساتھ عام فہم ترجمۂ قرآن کا بھی ارادہ رکھتے تھے، اسی ضمن میں اسلوب ترجمہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں۔ ''میں اہلسنت کے متقدمین مترجمین

سے استفادہ کروں گا اور خود بھی غور وفکر کر کے پوری کوشش کے ساتھ انشاء اللہ احادیث کی روشنی میں سہل، سلیس اور رواں ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔"[6]

چوتھا سبب:

دور حاضر کے مسائل میں سے ایک اہم المیہ الحادی فکر کی یلغار اور مَن مانی تفسیر کی وبا بھی ہے، جس کی وجہ سے جدید ذہن تشکیک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہی سوچ اہل علم سے بسا اوقات دوری کا سبب بنتی ہے۔ چناں چہ اس کے تدارک کے لیے علامہ صاحب نے اس انداز کو اختیار کیا جس میں آیات قرآنی کی درست تفسیر کے ساتھ ساتھ اپنے اکابرین پر اعتماد کی برہوتری بھی ممکن ہو اور مستحکم دلائل کی روشنی میں دورِ حاضر کے آزاد خیال اسکالرز کے دام فریب سے بھی بچا جا سکے۔ اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں" قرآن مجید کی تفسیر میں میری کوشش یہ ہوگی کہ میں اسلام کے تمام مسلمہ عقائد پر دلائل فراہم کروں، قرآن کریم کی جن آیات سے بدعقیدہ لوگوں نے عام مسلمانوں پر اپنی فکر کی چھاپ لگانے کی کوشش کی ہے اس کا تدارک کروں۔ تاہم بعض آزاد خیال علماء نے اس مسئلہ میں کافی افراط اور تفریط کی ہے، میں چاہتا ہوں کہ ان کے گمراہانہ افکار کا محاسبہ کی جائے اور اختصار اور جامعیت کے ساتھ ان کا مکمل رد کیا جائے۔"[7] تفسیر تبیان الفرقان میں علامہ نے بعض آزاد منش لکھاریوں پر تعاقب کیا ہے اور اسلام کے مسلم نظریات کے خلاف ان لوگوں کے جو افکار ہیں ان کا دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔

پانچواں سبب:

امام ماتریدی کی تفسیر میں فقہ حنفی کی حقانیت پر دلائل و براہین رقم کیے گئے ہیں۔ علامہ سعیدی نے اپنی دیگر تصنیفات و تالیفات میں اس کا بھرپور اہتمام کیا ہے، لیکن اس تفسیر میں خصوصیت کے ساتھ فقہ حنفی کے دلائل کا ذکر کیا ہے، چناں چہ لکھتے ہیں" قرآن مجید کی جن آیات میں احکام اور مسائل کا ذکر ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ امام ابوحنیفہ کے مذہب کا ذکر کروں اور ان کے دلائل کو پیش کروں، فقہی احکام میں آئمہ اربعہ کے متعدد مذاہب ہیں، ان کے مذاہب کا بیان اور فقہ حنفی کی ترجیح کا ذکر میں شرح صحیح مسلم اور نعمۃ الباری و نعم الباری اور پھر تبیان القرآن میں متعدد مقامات پر کر چکا ہوں، اس لیے میں یہاں "تبیان الفرقان" میں ان مباحث کا اعادہ نہیں کروں گا بلکہ صرف فقہ حنفی کا تفصیل سے ذکر کروں گا۔ اور اجمالاً دیگر مذاہب کا بھی تذکرہ کروں گا، میرا مقصود یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں جس قدر ممکن ہو احادیث اور آثار کو پیش کروں۔"[8]

تفسیر تبیان الفرقان کے مجلدات کا اجمالی جائزہ:

تفسیر تبیان الفرقان کے مقدمہ کو علامہ سعیدی نے "بصائر القرآن" کا نام دیا ہے، جس میں انہوں نے ان

امور کو ذکر کیا ہے جس کا تفسیر سے پہلے جاننا ضروری ہے، اس میں قرآن کے لغوی واصطلاحی معنی، اسمائے قرآن، فضائل قرآن میں احادیث، قرآن مجید جمع کرنے کے مراحل اور اس کی کیفیت، تفسیر اور تاویل کے لغوی واصطلاحی معنی، ان کے درمیان فرق اور قرآن کی تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ طبقات المفسرین اور ناسخ ومنسوخ کو بیان کیا ہے۔ یہ مقدمہ کل ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد اوّل:

تفسیر کی پہلی جلد کا آغاز ۲ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ / بمطابق ۲ مئی ۲۰۱۴ء کو ہوا اور یہ مقدمہ، سورۃ الفاتحہ (۱)، سورۃ البقرۃ (۲)، سورۃ آل عمران (۳) اور سورۃ النساء (۴) آیت ۱۴۷، پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی کل مدتِ تکمیل پانچ ماہ کا عرصہ ہے اور اسکا اختتام ۴ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ / بمطابق ۳۰ ستمبر ۲۰۱۴ء کو ہوا۔ یہ جلد کل ۱۰۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے آخر میں مصادر التحقیق کی فہرست ہے جس میں ۲۴۰ کتب کی تفصیلات درج ہیں۔ ہر جلد کے اختتام پر ایک چارٹ بنام تبیان الفرقان کی ڈائری دیا جاتا ہے، جس میں اس جلد پر کام سے متعلقہ تقویم میلادی، تقویم ہجری، دن، ایک ماہ کے صفحات اور کل صفحات کی تعداد درج ہوتی ہے۔ یہ جلد مئی ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

جلد دوم:

تبیان الفرقان کی دوسری جلد کا آغاز سورۃ النساء (۴) آیت ۱۴۸، سے ہوتا ہے، اس جلد میں سورۃ النساء کی آخری ۲۹ آیات، سورۃ المائدہ (۵) سورۃ الانعام (۶) سورۃ الاعراف (۷)، سورۃ الانفال (۸) اور سورۂ توبہ (۹) آیت ۹۳، تک کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس جلد کی تکمیل کی کل مدت پانچ ماہ اور چودہ دن ہے۔ اس جلد کا آغاز ۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء / بمطابق ۵ ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ کو ہوا اور اختتام ۱۴ مارچ ۲۰۱۵ء بمطابق ۲۲ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ کو ہوا۔ اس جلد کے اختتام پر بھی مصادر التحقیق اور جلد دوم کی ڈائری ہے، کل صفحات ۹۵۰ ہیں۔ مذکورہ جلد جولائی ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

جلد سوئم:

تبیان الفرقان کی تیسری جلد کا آغاز سورۂ توبہ (۹) کی آیت ۹۴ سے ہوتا ہے، اس جلد میں سورۂ توبہ کی آخری ۳۶ آیات ہیں، سورۂ یونس (۱۰)، سورۂ ہود (!!)، سورۂ یوسف (۱۲)، سورۃ الرعد (۱۳)، سورۃِ ابراہیم (۱۴)، سورۃ الحجر (۱۵)، سورۃ النحل (۱۶)، سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) اور سورۃ الکہف کی (۱۸) آیت ۴۷ تک کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس جلد کی تکمیل کی کل مدت دو ماہ اور انیس دن ہے۔ اس جلد کا آغاز ۱۴ مارچ ۲۰۱۵ء بمطابق ۲۲ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ کو ہوا اور اختتام ۳ جون ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ کو ہوا۔ اس جلد کے اختتام پر بھی مصادر التحقیق جن کی تعداد ۳۲۷ ہے اور اس جلد کی ڈائری ہے، کل صفحات ۹۹۰ ہیں۔ یہ جلد نومبر ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

جلد چہارم:

تبیان الفرقان کی چوتھی جلد کا آغاز سورۃ الکہف (۱۸) کی آیت ۷۵ سے ہوتا ہے،اس جلد میں سورۃ الکہف کی آخری ۳۶ آیات، سورۃ مریم (۱۹)، سورہ طہٰ (۲۰)، سورۃ الانبیاء (۲۱)، سورۃ الحج (۲۲)، سورۃ المومنون (۲۳)، سورۃ النور (۲۴)، سورۃ الفرقان (۲۵)، سورۃ الشعراء ۲۶)، سورۃ النمل (۲۷)، سورۃ القصص (۲۸) اور سورۃ العنکبوت (۲۹) کی ابتدائی ۴۴ آیات شامل ہیں۔ اس جلد کی تکمیل کی کل مدت چار ماہ اور دو دن ہے۔ اس جلد کا آغاز ۳ جون ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ کو ہوا اور تکمیل ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ بمطابق ۲۰ ذوالحجہ ۲۰۳۶ھ کو ہوا۔ اس جلد کے اختتام پر بھی مصادر التحقیق جن کی تعداد ۳۲۷ ہے اور اس جلد کی ڈائری ہے، کل صفحات ۹۷۰ ہیں۔ یہ جلد علامہ سعیدی کے انتقال کے بعد فروری ۲۰۱۶ء کے آخر میں شائع ہوئی۔

جلد پنجم:

تبیان الفرقان کی پانچویں جلد کا آغاز سورۃ العنکبوت (۲۹) کی آیت ۴۵ سے ہوتا ہے، اس جلد پر کام جاری ہی تھا کہ ان کی طبیعت ناساز گار رہنے لگی اور تقریباً انتقال سے ڈھائی ماہ قبل آپ کی صحت نے ایک تشویش ناک موڑ لیا اور آپ کی تکلیف میں دن بہ دن مزید اضافہ ہوتا چلا گیا، آپ کے رفقاء بالخصوص مفتی منیب الرحمٰن کا بے حد اصرار تھا کہ آپ کو فوری کسی بڑے ہسپتال میں علاج کے لیے لے جایا جائے لیکن آپ کی خواہش تھی کہ میں تفسیر کا کام کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوں، اللہ نے آپ کی دعا قبول کی، یہاں سورۂ یسٓین کی تفسیر مکمل ہوئی اور ۲۵ جنوری ۲۰۱۶ء کو آپ ہسپتال میں داخل ہوئے اور ۴ فروری ۲۰۱۶ء شب جمعہ کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مفتی منیب الرحمٰن نے اس تفسیر کی تکمیل کے لیے مفتی محمد اسماعیل نورانی کا انتخاب کیا اور یہ علامہ سعیدی کی دلی خواہش کی ترجمانی تھی۔ نعم الباری فی شرح صحیح البخاری کی کتاب التفسیر کے دوران جب علامہ صاحب علیل ہوئے تو اس کام کو مفتی اسماعیل نورانی نے علامہ سعیدی کے کہنے پر آگے بڑھایا اور کتاب التفسیر سے سورۃ الفرقان و سورۃ المومنون کی ۴۰ صفحات کی شرح کی اور اس وقت بھی یہ اپنے استاذ کی تفسیر کو اسی ذوق و شوق اور محنت سے تکمیل کی طرف لے جا رہے ہیں۔ پانچویں جلد مکمل ہو چکی ہے جس میں سورۃ العنکبوت (۲۹) کی ۲۵ آیات، سورۃ الروم (۳۰) سورۃ لقمٰن (۳۱) سورۃ السجدۃ (۳۲) سورۃ الاحزاب (۳۳) سورۂ سبا (۳۴) سورۂ فاطر (۳۵) سورۂ یسٓین (۳۶) سورۃ الصفت (۳۷) سورۂ ص (۳۹) سورۃ الزمر (۴۰)، سورۃ المومن (۴۱) سورۂ حٰم السجدۃ (۴۲) سورۃ الشوریٰ (۴۳) سورۃ الزخرف (۴۴) سورۃ الدخان (۴۵) اور سورۃ الجاثیۃ (۴۶) شامل ہیں۔ یہ جلد ۱۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، جو ابھی طباعت کے مراحل میں ہے۔

ترجمۂ قرآن میں بعض تفردات و معاصر مفسرین کی آراء سے تقابل:

علامہ سعیدی نے اپنے ترجمہ میں ترتیب قرآن کا خاص خیال رکھا ہے اور متنِ قرآن اور اس کے ترجمہ میں ہر ممکن مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تسمیہ کے ترجمہ کے حوالہ سے بھی ہمیں مختلف انداز نظر آتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم: کا ترجمہ بطورِ مفرد:

جن مترجمین نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم کا ترجمہ بطورِ مفرد کیا ہے۔ ان میں سے چند بطور نظیر پیش خدمت ہیں۔

مفتی محمود الحسن لکھتے ہیں ''شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔''[9]

مولانا فتح محمد جالندھری لکھتے ہیں ''شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''[10]

شیخ عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں ''شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحمت کرنیوالے کے نام سے۔''[11]

بسم اللہ ... کا ترجمہ بطور جملہ فعلیہ:

اب چند نظائر ان مترجمین کے تراجم کے جن حضرات نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم کا ترجمہ بطور جملہ فعلیہ کیا ہے۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی لکھتے ہیں ''شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔''[12]

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔''[13]

بسم اللہ ... کا ترجمہ بطور جملہ اسمیہ:

علامہ سعیدی نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم کا ترجمہ بطور جملہ اسمیہ کیا ہے۔

''اللہ عزوجل کے بابرکت نام سے ہی (ابتداء ہے) جو سب پر رحم فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔''[14]

علامہ سعیدی کے ترجمہ کے چند امتیازی پہلو:

۱۔ جیسا کہ ماقبل ذکر کیا گیا ہے کہ دیگر مترجمین نے یا تو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم کا ترجمہ بطور مفرد کیا ہے یا بطور جملہ جب کہ علامہ سعیدی نے بطور جملہ اسمیہ کیا ہے۔

۲۔ ماقبل تراجم میں پہلے لفظ شروع کا ذکر ہے اس کے بعد اسم جلالت ذکر کیا گیا ہے جب کہ علامہ سعیدی نے مولانا احمد رضا خاں[15]، علامہ سید احمد سعید کاظمی[16] و پیر کرم شاہ الازہری[17] کے تتبع میں اللہ عزوجل کے نام کو مقدم اور ابتداء کو موخر کیا ہے۔

خود علامہ سعیدی نے اس مقام پر دس سے زائد تراجم کا ذکر کیا ہے، جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت آپ کی نظر میں تمام ہی اُردو تراجم تھے اور ساتھ ہی آپ کو علوم قرآنی میں مہارت تامہ حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ دیگر تراجم کے معائب و محاسن سے بھی مکمل جانکاری رکھتے تھے۔ اگر آپ چاہتے تو یقیناً تمام تراجم کو سامنے رکھتے اور الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ ایک نیا ترجمہ پیش کر دیتے لیکن آپ نے ترجمہ کرتے وقت عبارت کو سہل ممتنع بنا کر ایک نئے انداز میں پیش کیا جس کی جھلک ترجمۂ تسمیہ میں واضح ہے۔ علامہ سعیدی نے کئی مقامات پر دیگر مترجمین کی اغلاط کی نشاندہی کے ساتھ اپنے ترجمہ سے تقابل بھی پیش کیا ہے، جس سے ایک طرف جہاں آپ کی دقت نظری کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان حوالہ جات سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ علامہ سعیدی نے تمام ہی مترجمین کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔

بارگاہ اُلوہیت کی عظمت و تقدیس کا اہتمام اور دیگر مترجمین کی اغلاط کی نشاندہی:

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳: اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ... الخ.. : کا ترجمہ علامہ سعیدی نے ان الفاظ میں کیا ہے ''تا کہ جو لوگ رسول کی پیروی کرتے ہیں ان کو ہم ان لوگوں سے ممتاز کر کے ظاہر فرما دیں جو اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹ جاتے ہیں۔'' [۱۸]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے درج ذیل سرخی لگائی۔

البقرۃ ۱۴۳، کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی لغزش:

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''مگر برائے آنکہ بدانیم کسے را کہ پیروی پیغمبر کند جدا از اں کہ باز گردد بر بہر دو پاشنہ خود۔''

۲۔ شاہ رفیع الدین دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''مگر تو کہ جانیں اوس شخص کو کہ پیروی کرتا ہے رسول کی اوس شخص سے جو پھر جاتا ہے اوپر ایڑیوں اپنی کی۔''

۳۔ شاہ عبدالقادر دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''مگر اسے واسطہ کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جاویگا اولٹے پاؤں۔''

۴۔ شیخ فتح محمد جالندھری اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔''

۵۔ شیخ محمود الحسن دیوبندی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطہ کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔''

۶۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لیے تھا

کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے۔''

۷۔ مولانا محمد جوناگڑھی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے۔''

۸۔ شیخ عبدالستار دہلوی نے قرآن مجید کے دو ترجمے کئے ہیں، ایک لفظی اور دوسرا بامحاورہ، یہاں دونوں ترجمہ پیش کیے جا رہے ہیں:

لفظی ترجمہ: ''اور نہیں کیا تھا ہم نے قبلہ جو تھا تو اوپر اس کے مگر تو کہ جانیں ہم اس شخص کو کہ پیروی کرتا ہے رسول کی اس شخص سے جو پھر جاتا ہے اوپر ایڑھیوں اپنی کے۔''

بامحاورہ ترجمہ ''اور اس قبلہ کو جس کی طرف تم پہلے متوجہ تھے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ تحویل قبلہ کے وقت ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔''

۹۔ شیخ عبدالماجد دریا آبادی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''اور جس قبلہ پر آپ (اب تک) تھے اسے تو ہم نے اسی لیے رکھا تھا کہ ہم پہچان لیں رسول کا اتباع کرنے والوں کو الٹے پاؤں واپس چلے جانے والوں سے۔''

۱۰۔ سرسید احمد خان اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''اور نہیں مقرر کیا ہم نے اس قبلہ کو جس پر تو تھا بجز اس کے کہ ہم جان لیں اس شخص کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی اس شخص سے جو پھر جاتا ہے اپنی ایڑھیوں پر۔''

مذکورہ تراجم پر مصنف (علامہ سعیدی) کا تبصرہ:

ان تمام تراجم میں بارگاہ الوہیت کی عظمت، تقدیس اور اللہ جل مجدہ کے غیر متناہی علم کا لحاظ نہیں رکھا گیا، ان تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کعبہ کو قبلہ قرار دے گا اور کون اپنی ایڑھیوں پر پلٹ کر بیت المقدس ہی کو قبلہ مانے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا تو پھر اس کو علم ہوا کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والا ہے اور کون آپ سے انحراف کرنے والا ہے، اس لئے بارگاہ صمدیت کی ناموس اور اس کے غیر متناہی علوم کی مناسبت سے ہم (علامہ سعیدی) نے اس آیت کا حسب ذیل ترجمہ کیا ہے'' اور (اے رسول اکرم!) آپ پہلے جس قبلہ پر قائم تھے اس کو ہم نے اسی لئے مقرر کیا تھا کہ جو لوگ رسول کی پیروی کرتے ہیں ان کو ہم ان لوگوں سے ممتاز کر کے ظاہر فرما دیں جو اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹ جاتے ہیں۔''[۱۹]

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۷: عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ: کا ترجمہ علامہ سعیدیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے ''اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں میں خیانت کرتے تھے۔''[۲۰]

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے درج ذیل سرخی لگائی

:''اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین کی لغزش''

شاہ عبدالقادر دہلوی لکھتے ہیں:''اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنے چوری کرتے تھے۔''

سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں''اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔''

عبدالماجد دریا آبادی ءلکھتے ہیں:''اللہ کو خبر ہو گئی کہ تم اپنے آپ کو خیانت میں مبتلاء کرتے رہتے تھے۔''

ان تراجم میں یہ خرابی ہے کہ ان تراجم سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں تھا بعد میں کسی ذریعہ سے اس کو علم ہو گیا جس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور اس کو ازل میں ہی قیامت تک کے اور اس کے بعد کے واقعات کا علم تھا۔''۲۱

تحفظ ناموس انبیاء ورُسُل علیہم لسلام کا اہتمام:

محبتِ رسول ﷺ کا اظہار علامہ سعیدی کی شخصیت و تحریر دونوں سے ہوتا ہے، اس جذبۂ محبت سے لبریز ہو کر انہوں نے نے خود اپنے لیے''غلام رسول'' کہلوانا پسند فرمایا جو ان کی ایسی پہچان بنا ان کا اصل نام تو شاید ہی کسی کو معلوم ہو گا۔قرآن حکیم کی تفسیر میں کئی ایسے مقامات آئے جہاں انہوں نے متقدمین و معاصرین پر نقد کیا اور ناموسِ رسالت کا دفاع کیا ہے۔ چند نظائر ذیل میں درج ہیں۔سورۃ الانعام کی آیت ۵۸:قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ: کا ترجمہ علامہ سعیدی نے ان الفاظ میں کیا ہے''آپ کہیے: اگر میرے اختیار میں وہ (عذاب) ہوتا جس کو تم جلد طلب کر رہے ہو، تو ضرور میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''۲۲

سورۃ الانعام کی آیتِ مذکورہ میں آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کریم جس کی پکڑ فرماتا ہے خود اس پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور ظالموں کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔جس کی مثالیں قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ذکر کی گئی ہیں۔اکثر مترجمین کو اس آیت کے مفہوم میں تسامح ہوا ہے، جس کی وجہ سے مفہوم بیان کرتے ہوئے نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دی گئی ہے کہ اگر میرے اختیار میں عذاب کا دیا جانا ہوتا تو میں اس میں جلدی کرتا۔اس مفہوم سے جو حقیقت سامنے آتی ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں ہو سکتی۔

۱۔آپ ﷺ اپنی امت کو عذاب دینے کے خواہاں تھے۔

۲۔اگر آپ ﷺ کو اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ عذاب میں تاخیر نہ کرتے۔

اس آیت کے معنی و مفہوم کی وضاحت سے قبل علامہ سعیدی نے متقدمین و معاصرین کی تفاسیر سے ۲۰ حوالہ جات نقل کیے ہیں۔جن سے نہ صرف ان کے قرآنی مطالعہ کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ حقیقت بھی مترشح ہوتی ہے کہ انہوں نے کسی

بھی موقف کو اختیار کرنے میں کثیر مطالعہ وتحقیق وتدقیق کے بعد کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے صرف تفاسیر کے نام ذکر کیے جارہے ہیں۔

تفسیر الطبری، تاویلات اہل السنۃ، معالم التنزیل، الکشاف، زاد المسیر فی علم التفسیر، تفسیر کبیر، الجامع الاحکام القرآن، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، لباب التاویل فی معانی التنزیل، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر کثیر)، اللباب فی علوم الکتاب، فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن، تفسیر ابوسعود، روح المعانی، تفسیر بیان القرآن، خزائن العرفان، مطالب الفرقان، تدبر قرآن، معالم العرفان فی دروس القرآن، القرآن الکریم (مع اُردو ترجمہ وتفسیر) شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عربیہ۔ مذکورہ ۲۰ حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد علامہ صاحب سرخی لگاتے ہیں:

''الانعام: ۵۸ کی تفسیر میں مصنف کا متقدمین ومتاخرین مفسرین سے اختلاف اور مصنف کا ان کی تفسیر کو مقام رسالت کے نامناسب قرار دیا جانا''

''میں کہتا ہوں: مذکور الصدر مفسرین کی یہ تفسیر رسول اللہ ﷺ کے مزاج اور آپ کے مقام کے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ انبیائے سابقین تو کفار کی نافرمانیوں کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت نوح (نوح: ۲۷-۲۶) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام (یونس: ۸۸) کے حوالہ سے منقول ہے۔'' ۲۳

جب کہ نبی اکرم ﷺ کی مخلوق سے شفقت ومحبت اور آپ کا رحمۃ اللعالمین ﷺ کے منصب پر فائز ہونے کے سبب یہ امر بعید ہے کہ آپ ﷺ اپنی اُمت پر عذاب کو طلب کریں۔ چنانچہ علامہ سعیدی واقعۂ طائف ۲۴ کی روایت کو نقل کرتے ہوئے تبصرہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مزاج نہیں تھا کہ کفار پر کوئی آسمانی عذاب بھیجا جائے، آپ کو یہ اختیار دیا جاتا کہ جن کافروں نے آپ پر ظلم کیا ہے آپ فرشتہ کو حکم دیں تو وہ ان کافروں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دے، تب بھی آپ نے یہی فرمایا: ''بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں اور اگر یہ اسلام نہ لائیں تو ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اسلام لے آئے'' بہر حال رسول اللہ ﷺ کفار کو عذاب میں مبتلاء فرمانا نہیں چاہتے تھے، اس لیے جن مفسرین نے الانعام: ۵۸ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ ''اگر میرے قبضہ میں وہ عذاب ہوتا جس کو تم جلد طلب کر رہے ہو تو میں تم کو عذاب دے کر فارغ ہو چکا ہوتا اور تم کو ہلاک کر چکا ہوتا، حتیٰ کہ تم سے نجات پا چکا ہوتا'' میرے نزدیک یہ اور ان جیسی دوسری تفاسیر صحیح نہیں ہیں اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام کے مناسب نہیں ہیں۔'' ۲۵

علامہ سعیدی مذکورہ آیت وحدیث کے تعارض کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''میرے نزدیک اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اے کافرو! تم جس عذاب کو جلد طلب کر رہے ہو، اگر میرے علم میں یہ مقرر رہے

تو میں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر کو جاری فرمادیں، لیکن میرے علم میں یہ مقرر ہے کہ جب تک میں کافروں کے درمیان موجود ہوں اللہ تعالیٰ اُن پر عذاب نازل نہیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ انہیں اس وقت عذاب دیں جس وقت اے رسول مکرم! آپ ان میں موجود ہیں)۔

سو واضح ہوگیا کہ الانعام: ۵۸ اور حدیثِ مذکور کا تعارض صرف اسی صورت میں دور ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں القاء فرمایا اور میرے دل و دماغ میں وہ نور پیدا فرمایا جس کی روشنی میں حدیثِ مذکور کا الانعام :۵۸ سے تعارض دور ہوگیا۔ **وللہ الحمد علی ذالک**''۲۶ علامہ سعیدی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' آپ کہیے: اگر میرے اختیار میں وہ (عذاب) ہوتا جس کو تم جلد طلب کر رہے ہو، تو ضرور میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''۲۷

کثرتِ حوالہ جات و معروضی طرزِ تحقیق:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:''اور اللہ نے فرشتوں کے نازل فرمانے کو تمہارے لیے صرف بشارت بنایا ہے اور تا کہ اس کے ذریعے تمہارے دل مطمئن رہیں، اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب اور بے حد حکیم ہیں۔''۲۸

اس سورہ میں غزوۂ بدر کے احوال ذکر کرتے ہوئے فرشتوں کے نزول کے ذریعے مسلمانوں کی تسکین کا سامان کیا گیا ہے، اس آیت کے ذیل میں اکثر مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ کیا فرشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ قتال میں حصہ لیا یا نہیں؟ علامہ سعیدی نے متقدمین، متاخرین و معاصرین کے دلائل تفصیل سے ذکر کر کے اپنے مؤقف کو بیان کیا ہے، جو یقیناً لائق ستائش و مطالعہ ہے۔

علامہ سعیدی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:''اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر میں فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے کفار کے خلاف قتال میں حصہ لیا، اور بعض دیگر محققین مفسرین نے کہا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی ڈھارس بندھانے کے لئے اور ان کے دلوں میں سکون پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل فرمایا، تاہم انہوں نے کفار قریش کے خلاف قتال نہیں کیا، کفار قریش کے خلاف قتال صرف صحابۂ کرام نے کیا تھا، ہم اپنی اس تفسیر میں دونوں قسم کے مفسرین کے دلائل کو پیش کریں گے اور آخر میں ان کے درمیان محاکمہ کریں گے۔''۲۹

علامہ سعیدی نے اس آیت کی تفسیر میں پہلے''جن مفسرین کے نزدیک فرشتوں نے غزوۂ بدر میں کفار قریش کے خلاف قتال کیا'' ان کے دلائل ۱۶ مصادر کی روشنی میں نقل کیے، اس کے بعد''جن مفسرین کے نزدیک فرشتوں نے کسی غزوہ میں بھی کفار کے خلاف قتال نہیں کیا'' ان کے دلائل میں ۲۰ مفسرین کی آراء مع دلائل ذکر کیے ہیں۔ آخر میں جانبین

کے دلائل کا محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''میں (علامہ سعیدی) کہتا ہوں: ہم نے پہلے سولہ مفسرین کی عبارات پیش کی ہیں جن کا مختار یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا اور کسی غزوہ میں قتال نہیں کیا تھا، یہ اثر تفسیر طبری اور تفسیر ابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔ بعض وجوہ کی بناء پر اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ جو علماء ومفسرین غزوۂ بدر میں فرشتوں کے قتال کرنے کے قائل ہیں وہ (سورۃ الانفال: آیت ۱۲) سے بھی استدلال کرتے ہیں'' میں (غلام رسول سعیدی) کہتا ہوں''اس آیت میں مفسرین کے نزدیک دو محمل ہیں، ایک یہ کہ یہ حکم فرشتوں کو فرمایا تھا، دوسرا یہ کہ یہ حکم مسلمانوں کو فرمایا تھا اور راجح یہ ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کو فرمایا تھا کیوں کہ کفار کے خلاف جہاد کرنے کے مسلمان مکلّف ہیں فرشتے تو سرے سے کسی حکم کے مکلّف نہیں ہیں۔'' ۳۰

مذکورہ بحث کئی صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں علامہ سعیدی نے کتبِ تاریخ وحدیث کے حوالہ جات بھی نقل کیے ہیں۔ سورۃ الانفال میں بھی اس موضوع کو زیر بحث بناتے ہوئے یہ تصریح کرتے ہیں کہ اس کی مزید تفصیل سورۂ آل عمران میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے سورۃ الانفال میں بطور خلاصہ لکھتے ہیں''**الحمد لله رب العالمين!** مذاہب اسلام کے تمام مفسرین کی تصریحات کے مطابق آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ غزوۂ بدر میں فرشتوں نے کفار کے خلاف قتال نہیں کیا تھا، اور بعض لوگوں نے سورۃ الانفال آیت ۱۲: **اِذْ يُوحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ** : سے یہ شبہ پیش کیا تھا کہ فرشتوں کو کفار کی گردنوں پر ضرب لگانے کا حکم فرمایا تھا، اس کا جواب بھی تیئیس (۲۳) مفسرین کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ یہ حکم فرشتوں کو نہیں دیا گیا تھا بلکہ مومنین اور صحابہ کو حکم دیا گیا تھا، اور ہم جو فخر سے کہتے ہیں کہ تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ نے ایک ہزار کفار کو شکست دی یہ تب ہی صحیح ہوگا جب صرف صحابہ نے کفار سے قتال کیا ہو، اور اگر ان کے ساتھ فرشتے بھی اس قتال میں شریک ہوں تو پھر صرف تین سو تیرہ صحابہ کا کفار کو شکست دینا کس طرح صحیح ہوگا، نیز اگر فرشتے بھی صحابہ کے ساتھ قتال میں شریک تھے تو پھر اس میں صحابی کی کیا فضیلت رہی؟'' ۳۱

عصر حاضر کی اصطلاحات وواقعات سے استشہاد:

دیگر مترجمین سے ہٹ کر علامہ سعیدی نے بعض مقامات پر عصر حاضر کی عام اصطلاحات کو استعمال کیا ہے۔ جب کہ ہمیں یہ خوبی کہیں اور نظر نہیں آتی۔

مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے: **لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ** : اور: **الْمُفْسِدُوْنَ** : کے ترجمہ میں دہشت گردی کی اصطلاح استعمال کی ہے، چناں چہ آپ ترجمہ کچھ یوں کرتے ہیں:''اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں دہشت گردی نہ کرو تو وہ کہتے ہیں: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے

ہیں۔سنو! یہی لوگ (حقیقت میں) دہشت گرد ہیں لیکن انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہے۔''۳۲

لغوی بحث اور دیگر مترجمین سے تقابل:

علامہ سعیدی سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۴: **اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** : کا ترجمہ کرتے ہیں ''ان روزوں کی (فرضیت) کی تعداد گنتی کے چند دن ہے،سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (اُن روزوں کی) تعداد پوری کر لے،اور جو لوگ مشکل اور مشقت سے روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (اُن پر) ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ دینا (لازم) ہے، پھر جو خوشی سے (فدیہ کی مقدار بڑھا کر) زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے،اور اگر تم علم رکھتے ہو تو تمہارے لئے (بہرحال) روزہ رکھنا بہتر ہے۔''۳۳

اس آیت کی تفسیر میں شیخ امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن جلد ا صفحہ ۴۴۷ سے عبارت نقل کرتے ہیں: ''بعض لوگوں نے ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' کے معنی یہ لیے ہیں کہ ''جو لوگ مشکل سے طاقت رکھتے ہیں'' ۔۔۔لیکن اس صورت میں اس پر بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' کے یہ معنی لغت میں ہیں بھی یا محض اپنے جی سے گھڑ لیے گئے ہیں۔ہمارے نزدیک عربی لغت اس لفظ کے اس معنی سے بالکل خالی ہے۔''۳۴

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شیخ امین احسن اصلاحی کی لغت فہمی کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''اَلَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ'' میں ''اطاقۃ'' کا معنی ''مشکل سے'' کرنے پر شیخ امین احسن اصلاحی کے اعتراض کا جواب'' میں (علامہ سعیدی) کہتا ہوں کہ شیخ امین احسن اصلاحی کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ عربی لغت ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' کے اس معنی سے بالکل خالی ہے، کیوں کہ عربی کی مستند لغات میں ''طَاقَۃ'' کے اس معنی کی تصریح ہے کہ جس کام کو مشکل اور صعوبت کے ساتھ کیا جائے جیسے طوق کو گلے میں ڈالنا مشکل ہوتا ہے۔''۳۵

اپنے مؤقف کی پختگی کے لیے تین دلائل لغت سے نقل کرتے ہوئے علامہ سعیدی رقم طراز ہیں ''علامہ ابوا لقاسم الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی لکھتے ہیں'' **والطاقة اسم لمقدار ما يمكن للانسان ان يفعله بمشقة و ذالک تشبيه بالطوق المحيط بالشئ**'' یعنی طاقت کا لفظ اس کام کی مقدار کا اسم ہے جس کو کرنا انسان کے لیے مشقت اور مشکل سے ممکن ہو اور اس کو اُس طوق کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی چیز کو محیط ہوتا ہے جیسے ارشاد باری ہے ''**و لا تحملنا مالا طاقة لنا به**'' یعنی ہم کو اس کام کے کرنے کا مکلف نہ فرما جس کا کرنا ہمارے لئے مشکل ہو۔''۳۶

''علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن المنظور الافریقی المصری لکھتے ہیں'' **الطوق و الطاقة اسم**

لمقدار ما یمکن للانسان ان یفعله بمشقة منه"۳۵ ''علامہ السید محمد مرتضٰی بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی لکھتے ہیں'' **الطوق والطاقة اقصی غایته،وهو اسم لمقدار ما یمکن للانسان ان یفعله بمشقة منه**" .۳۸ گویا علامہ سعیدی نے نہ صرف یہ کہ آسان و عام فہم ترجمۂ قرآن کا اہتمام کیا بلکہ دیگر مترجمین کی بھی اصلاح فرمائی ہے، اور جہاں ان سے سہو ہوا اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کے حوالہ سے علامہ سعیدی کی فکر میں انفرادیت، پختگی، اعتدال اور وسعت نظری پائی جاتی ہے، اس ضمن میں جہاں آپ نے متقدمین سے استفادہ کیا وہیں معاصرین کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اُردو زبان و بیان کے ساتھ دور حاضر کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اہم ابحاث سے عوام و خواص کو روشناس کرایا اور اپنی اس تفسیر کے ذریعہ مختلف اذہان میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تفسیر سے علمی استفادہ کیا جائے اور دور حاضر کے جدید ذہنوں کو صحیح تعلیمات قرآنی سے روشناس کرایا جا سکے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ راؤ، محمد عاطف اسلم، ڈاکٹر، محدّث اعظم پاک و ہند علامہ غلام رسول سعیدی کی حیات و خدمات، (لاہور، ارتقاء فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۱۶ء) ص ۴۵ تا ۵۷۔

۲۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، نعم الباری، (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۱۴ء) ج ۱۶، ص ۱۰۲۳۔

۳۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان الفرقان، (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، مئی ۲۰۱۵ء) ج ۱، ص ۸۷۔ ۴۔ ایضاً، ج ۴، ص ۲۱۔

۵۔ ایضاً، ج ۱، ص ۸۷-۸۸۔ ۶۔ ایضاً، ص ۸۸۔ ۷۔ ایضاً۔ ۸۔ ایضاً۔

۹۔ الحسن، محمود، مولانا، تفسیر عثمانی، (کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۷ء) ج ۱، ص ۴۸،

۱۰۔ جالندھری، فتح محمد خان، مولانا، القرآن الکریم مع ترجمہ، (کراچی، تاج کمپنی، س ن) ص ۲،

۱۱۔ دریا آبادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، (کراچی، مجلس نشریات قرآن، ۱۹۹۸ء) ص ۳۳،

۱۲۔ دہلوی، شاہ رفیع الدین، قرآن مجید مترجم مع حواشی، (کراچی، ادارہ اشاعت القرآن والحدیث، س ن) ص ۲۔

۱۳۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، القرآن الکریم مع ترجمہ، (کراچی، گابا، س ن) ص ۲۔ ۱۴۔ تبیان الفرقان، ج 1، ص ۱۴۰

۱۵۔ مولانا احمد رضا خان کی ولادت ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۴ء بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف محلّہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام ''محمد'' اور تاریخی نام ''المختار'' ہے۔آپ کے جد امجد رضا علی م ۱۲۷۲ھ نے آپ کا نام ''احمد رضا'' رکھا۔آپ اپنے نام کے ساتھ ''عبدالمصطفٰی'' کا سابقہ لگاتے تھے، آپ کے افتاء پر اسی نام کی مہر لگائی جاتی تھی۔آپ نے اکیس اسلامی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد (مولانا نقی علی خان) سے فرمائی۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست مرتب کی جو تقریباً ۸۵۰ سے تجاوز کر گئی۔آپ نے ۶۸ برس کی عمر میں ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔(سعیدی، منظور

احمد، مولانا، احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ (پی ایچ ڈی مقالہ) ملخصاً ص ۲۰۹-۲۵۲، غیر مطبوعہ)

۱۶ علامہ سید احمد سعید کاظمی ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو مراد آباد کے شہر امروہہ میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ ۲۹ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم سے اور ۴۴ واسطوں سے حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے اور وہیں سے اجازت و خلافت حاصل کی، ۱۹۳۵ء میں ملتان تشریف لائے، مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۴ء تک جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شعبۂ حدیث کے سربراہ رہے۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب، مناظر، مدرس اور مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان''، ''مزیلۃ النزاع عن مسئلۃ السماع''، ''تسکین الخواطر''، ''انبیاء الازکیا''، ''اسلام اور عیسائیت''، ''اسلام اور سوشلزم''، ''میلاد النبی ﷺ'' وغیرہ کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے ۴ جون ۱۹۸۶ء کو وفات پائی۔ (راؤ، محمد عاطف اسلم، ڈاکٹر، محدث اعظم پاک و ہند ملخص ۱۰۶ تا ۱۱۱)

۱۷ پیر کرم شاہ الازہری ۱۹۱۸ء میں سرگودھا میں پیدا ہوئے، دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں تعلیم حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ ۱۹۵۱ء میں جامعہ ازہر مصر چلے گئے، وہاں ۱۹۵۴ء میں الشہادۃ العالمیہ تخصص فی القضاۃ کیا، پھر واپسی میں جامعہ غوثیہ بھیرہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد میں حکومت پاکستان کی طرف سے جج کا عہدہ بھی سنبھالا، آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں آپ کی تفسیر ضیاء القرآن و سیرت النبی ﷺ پر کتاب ضیاء النبی اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ نے ۱۴۰۳ھ میں وفات پائی۔ (ہزاروی، محمد صدیق، مولانا، تعارف علمائے اہلسنت، لاہور، مکتبہ قادریہ، س ن، ص ۲۷۲)

۱۸ تبیان الفرقان، ج ۱، ص ۳۸۰۔ ۱۹ محولہ بالا ص ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۲۰ محولہ بالا ص ۴۵۰۔ ۲۱ محولہ بالا ج ۲ ص ۳۷۹-۳۸۲۔

۲۲ ایضاً ج ۲، ص ۳۷۷۔ ۲۳ ج ۲، ص ۲۳۸۔ ۲۴ صحیح بخاری و صحیح مسلم بحوالہ تبیان الفرقان، ج ۲ ص ۳۸۳۔ ۲۵ تبیان الفرقان، ج ۲، ص ۳۸۳۔

۲۶ ج ۲ ص ۳۸۴۔ ۲۷ ج ۲، ص ۳۷۷۔ ۲۸ ج ۱ ص ۳۵۲۔ ۲۹ محولہ بالا ۳۰ ملخصاً و ملتقطاً ج ۱ ص ۶۵۲-۶۶۱۔ ۳۱ ج ۲، ص ۶۸۶۔

۳۲ ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۷۔ ۳۳ ج ۱ ص ۴۴۱۔ ۳۴ تدبر قرآن، ج ۱، ص ۴۴۷ بحوالہ تبیان الفرقان ج ۱ ص ۴۴۷۔ ۳۵ محولہ بالا۔

۳۶ الاصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد الراغب، علامہ، المفردات فی غریب القرآن، ج ۲ ص ۴۰۷، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ

۳۷ الافریقی، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن المنظور، علامہ، لسان العرب ج ۹ ص ۱۶۲، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۳ء

۳۸ الحنفی، السید محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی، علامہ، تاج العروس من جواہر القاموس جز ۲۶ ص ۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۳ھ

قرآنی اصطلاح "کلمہ سواء" کی حقیقی تطبیق

(وحدت الادیان "اور" دینی تکثیریت" کے پس منظر میں)

ڈاکٹر سجاد علی رئیسی

اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

(شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور میرس)

Abstract

Religious pluralism is a new emerging concept of religion which has several meanings.It is similar to the Quranic concept of Wahdatul Adyan(wahdatul Adyan). But on the other hand, the new interpretation of religious pluralism is that most of the scholars are agreed that all religions are seeking the reality for the salvation of Almighty Allah. Somehow realities are existing in every religion. The Quranic version of religious pluralism means monotheistic religions are equally preaching the human being for the salvation of GOD.Indeed,it is an inspiring source to strengthen the religious harmony in the societies. The present paper aims to discuss the concept of pluralism is not matching with the Islamic concept of salvation. Islam completely supports the religious co-existence of every religion but it does not mean that every religion owns completely reality.

Key Words: wahdatul Adyan,Quranic version,Religious pluralism,Quranic concept, completely reality. religious pluralism, Islamic concept,every religion.

وحدت الادیان علوم القرآن کی اصطلاح ہے چوں کہ قرآن نے اہل کتاب کو ایک نقطے (عقیدہ توحید) پر متحد ہونے کی دعوت دی ہے۔اس وحدت اور اتحاد کے تناظر میں اس اصطلاح کو معنون کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس کو دینی تکثیریت (دینی پلورالیزم) کے مترادف اصطلاح تصور کرتے ہیں۔دینی تکثیریت بھی دور حاضر کی ایک ابھرتی ہوئی اصطلاح ہے جس کی تائید اور مخالفت میں بہت سی تحقیقات موجود ہیں۔ مقالہ ہذا میں